OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 www.arjish.com ISSN (PRINT): 2707-1200
DOI: https://doi.org/10.53575/u19.v6.01(22)209-223

جوش ملیح آبادی کی شاعری میں حب الوطنی کے عناصر

Elements of patriotism in the poetry of Josh Malih Abadi

Dr. Waseem Abbas Gul
Lecuterer Urdu, Ghazi University D. G. Khan.
Email: waseemabbasgul786@gmail.com

Farwa Aysha
Ph. D Scholar Urdu, GCU, Faisalabad.
Email: sassigurmani@gmail.com

Masooma Batool
Visiting lectuer, Urdu Ghazi University D. G. Khan
Email: ammaarkhan72514@gmail.com

Received on: 27-01-2022 Accepted on: 28-02-2022

Abstract

This is an analytical study of the about the poetry of Josh Maleeh Abadi. Josh Mali eeh Abadi is considered one of the important of Urdu language. Josh passed his MA from Aligarh in 1912. He started his poetry at the age of nine. Became a disciple of Aziz Lucknowi. After the death of his father, he faced both financial and economic difficulties. He was wandering in search of livelihood and finally in 1924 he became associated with Dar al-Tarjama. Apart from this, he also published the magazine Kalim. After that he worked as the editor of Aajkal. He was also associated with the film world for some time but could not hold any position completely. In 1955, he went to a Mushaira in Pakistan and stayed there, but he could not get the peace that he got in his homeland and he is suffering from a mental agony till the end. His poetry provides a sense of love with the country. He is the important poet who tried to highlight the factors and element of patriotism in his poetry. This paper is an effort to hightlight and explore the elements of patriotic passion in his poetry.

Keywords: Josh, Poet, Patriotism, Elements, Subcontinent, etc.

تعارف

جوش کا اصل نام غلام شبیر بعد میں شبیر حسن خاں رکھا گیا۔ پہلے شبیر مخلص کرتے تھے بعد میں جوش تخلص اختیار کیا۔ ان کی تاریخ ولادت ۱۸۹۶ء ہے۔ ان کی ولادت محلہ کنول بار ملیح آباد میں ہوئی تھی۔ شاعری ان کو ورثے میں ملی تھی۔ ان کے پردادا کا نام فقیر محمد خاں گویا تھا جو غیر معمولی شہرت کے مالک تھے۔ بستان حکمت'' ان کا نثری کارنامہ ہے۔ جوش کی ابتدائی تعلیم عربی، اردو، فارسی اور انگریزی کی گھر پر ہوئی۔ اس کے بعد علی گڑھ، لکھنو اور سیتاپور سے بھی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۱۲ء میں علی گڑھ سے ایم اے کیا۔ پھر شاعری کی طرف متوجہ ہوئے۔

موضوع پر گفتگو

جوش ملیح آبادی شاعر انقلاب کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں۔انھوں نے پُر جوش شاعری کی مثال قائم کی۔ان کی شاعری میں گھن گرج اور للکار کا انداز پایا جاتا ہے۔انھوں نے اپنی شاعری کا آغاز نو سال کی عمر سے کیا۔ عزیز لکھنوی کے شاگرد ہوئے۔ان کے ابتدائی کلام پر عزیز لکھنوی کا اثر نمایاں ہے۔جوش کی شادی ۱۹۱۴ء میں اشرف جہاں بیگم سے ہوئی۔جب تک جوش کے والد حیات رہے انھیں معاشی مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا لیکن والد کے انتقال کے بعد انھیں مالی اور معاشی دونوں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تلاش معاش میں یہ سر گرداں رہے اور آخر کار ۱۹۲۴ء میں دارالترجمہ سے وابستہ ہو گئے۔اس کے علاوہ انھوں نے رسالہ کلیم بھی جاری کیا۔اس کے بعد آجکل کے مدیر کی حیثیت سے کام کیا۔کچھ عرصے فلمی دنیا سے بھی وابستہ رہے لیکن کسی ایک عہدے پر مکمل طور پر فائز نہ رہ سکے۔۱۹۵۵ء میں پاکستان ایک مشاعرے میں گئے اور وہیں کے ہو گئے، لیکن انھیں وہ سکون نصیب نہ ہو سکا جو انھیں اپنے وطن میں ملا تھا اور ایک ذہنی کرب میں آخر تک مبتلا رہے۔۲۲ فروری ۱۹۸۲ء کو انتقال ہوا۔جوش کا تعلق زمیندار گھرانے سے تھا لیکن اس کے باوجود انھیں زمینداری اور زمینداروں سے سخت نفرت تھی۔زمینداران کی نظر میں ظلم و بربریت کی علامت ہے۔بقول ڈاکٹر فضل امام:

''وہ جاگیر دار خاندان میں پیدا ہوئے۔ مگر جاگیر داروں سے متنفر نظر آتے ہیں۔انھوں نے جاگیر دارانہ نظام کو ظلم واستحصال کا سر چشمہ قرار دیا ہے۔''(۱)

اپنے اسی باغیانہ رویے کے سبب انھیں حیدر آباد چھوڑنا پڑا کیونکہ انھوں نے نظام حیدر آباد کے خلاف ایک نظم کہی تھی۔حیدر آباد وہ صرف ملازمت کے سلسلے میں گئے تھے جہاں انھیں قیام پذیر ہونا پڑا لیکن اس قیام نے انھیں کرب میں مبتلا کر دیا۔ یہاں انھیں اپنے وطن کی یاد ستانے لگی اور اس یاد نے انھیں کئی نظمیں لکھنے پر مجبور کر دیا اور انھوں نے غریب الوطن کا پیام اور تیرے لیے''، جیسی حب الوطنی سے مامور نظمیں لکھیں:

جکڑا ہوا پڑا ہوں زنجیر سے دکن کی سینے میں آرزو ہے بچھڑے ہوئے وطن کی
کس زندگی کی دھن میں پیہم رواں دواں ہیں جو ساتھ کھیلتے تھے، وہ لوگ اب کہاں ہیں؟
شاداب تو ہیں میرے بچپن کی سیر گاہیں اب ڈھونڈتی ہیں جن کو ترسی ہوئی نگاہیں
اچھی تو ہیں پروں کو دھن میں جھٹکنے والی دیوار پر وہ آکر، چڑیاں چہکنے والی؟
چھائی ہیں مرے دل پر کیوں بدلیاں محن کی مجروح تو نہیں ہیں صبحیں مرے وطن کی
''میداں تو میرے غم میں کھویا ہوا نہیں ہے؟ قصر سحر'' کا منہ تو اترا ہوا نہیں ہے ہے

جوش بہت انانیت پرست اور غیور طبیعت کے مالک تھے وہ کسی کے آگے جھکتے نہیں تھے ان کی خود داری ان کی پہچان تھی، یہی وجہ ہے کہ

انھوں نے کبھی کسی سے معافی نہیں مانگی۔ انھیں انگریزوں سے سخت نفرت تھی اور اپنے وطن ہندوستان سے بے پناہ محبت تھی۔

اے وطن، پاک وطن! روح روانِ احرار اے کہ ذروں میں ترے بوئے چمن، رنگ بہار
اے کہ خوابیدہ تری خاک میں شاہانہ وقار اے کہ ہر خار ترا روکش صد روئے نگار

ریزے الماس کے، تیرے خس وخاشاک میں ہیں
ہڈیاں اپنے بزرگوں کی تری خاک میں ہیں

اے وطن ! جوش ہے پھر قوت ایمانی میں خوف کیا دل کو، سفینہ ہے جو طغیانی میں
دل سے مصروف ہیں ہر طرح کی قربانی میں محو ہیں جو تری کشتی کی نگہبانی میں

غرق کرنے کو جو کہتے ہیں زمانے والے
مسکراتے ہیں تری ناؤ چلانے والے لے (۳)

وہ ہندوستانیوں کی قربانیوں پر نازاں تھے۔ انھیں امید تھی کہ ہندوستانی ہندوستان کو ہر حال میں آزاد کرا کر رہیں گے۔ ان کی شاعری میں گھن گرج، چیخ پکار اور آزادی کی تڑپ ملتی ہے۔ وہ انگریزوں سے نفرت نہیں بلکہ دشمنی رکھتے ہیں۔ انگریزوں کی مدد کو وہ گوارا نہیں کرتے اور ان سے سمجھوتے کی ان کے دل میں گنجائش نہیں تھی۔ بقول مخمور سعیدی:

''ان کی آواز میں ہمہمہ، وہ جوش و خروش تھا جس کی ضرب سے گنبد افلاک کے سائے میں غفلت کی سیج سجانے والوں کا تو کیا ذکر ایک بار تو آسودگان تہہ خاک کی نیندیں بھی ٹوٹ جائیں۔'' (۴)

انھوں نے حق کے لیے آواز بلند کی اور جنگ آزادی کے لیے نوجوانوں کو للکارا:

اٹھ اور زمیں پہ نیا لالہ زار پیدا کر نہ آئی ہو جو کبھی وہ بہار پیدا کر
عقول مردہ و مرطوب نوع انساں میں شرار و شعلہ و دود و بخار پیدا کر
مٹا دے سلسلۂ آل خلد و نسل جیم اٹھ اور ملت حکمت شعار پیدا کر
ضمیر اہل مناجات کے تعطل میں خروش جذبۂ تکمیل کار پیدا کر
نئے اصول سزا و جزا کی دے تعلیم نیا تخیل روز شمار پیدا کر
نظام کہنہ نیلی رواق، وہم و فریب نیا تصویر لیل و نہار پیدا کر
غلط ہے، ساز عجم ہو کہ لحن اعرابی نیا ترانہ سر شاخسار پیدا کر(۵)

ان کی تلخ نوائی وطن کی وجہ سے تھی۔ وہ ہندوستان میں انگریزوں کو برداشت کرنے سے قاصر تھے۔ جوش ہمت نہیں ہارتے ہیں اور نہ مایوس ہوتے ہیں بلکہ حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں:

اے مرد خدا! فتنہ اغیار سے ہشیار ہشیار ہو ہشیار ہو ہشیار
ہم تجھ سے نہ کہتے تھے کہ ہونے کو ہے پر کار لے آگئی وہ، سر پہ چمکتی ہوئی تلوار

بیدار ہو، بیدار ہو، بیدار ہو، بیدار!

بیدار ہو بیدار!!

بیدار ہے پھر فتنہ چنگیز جہاں میں اور تو ہے ابھی تک اثر خواب گراں میں
صیاد کمینوں میں ہیں، ناوک ہیں کمان میں پیشانی دوراں پہ ہیں شب خون کے آثار

بیدار ہو، بیدار ہو، بیدار ہو، بیدار!

بیدار ہو بیدار!!

تو نے روشِ خدمتِ اغیار نہ چھوڑی اب تک رسن سبحہ و زنار نہ چھوڑی
آشفتگی اندک و بسیار نہ چھوڑی افسوس ہے اے جنس غلامی کے خریدار

بیدار ہو، بیدار ہو، بیدار ہو، بیدار!

بیدار ہو بیدار!![۶]

وہ اپنے کلام کے ذریعہ لوگوں کو ہمت دلاتے ہیں کہ خواب غفلت میں نہ پڑے رہیں بلکہ بیدار ہوں اور غلامی کی زنجیروں کو توڑ دیں۔ انھوں سے گرتوں کو سنبھالا اور حوصلہ دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ غلامی کی زنجیروں کو توڑ دو اور عمل پیہم کرو۔

جس دائرے میں قصر قدامت کا ہو طواف جدت کے ''جرم'' کو کوئی کرتا نہ ہو معاف
بگڑے ہوئے رسوم کا ذہنوں پہ ہو غلاف آواز کون اٹھائے وہاں جہل کے خلاف

آواز اٹھائے موت کی جو آرزو کرے
ورنہ مجال ہے کہ یہاں گفتگو کرے

ہوتا ہے جو سماج میں جو پائے انقلاب ملتا ہے اس کو مرتد و زندیق کا خطاب
پہلے تو اس کو آنکھ دکھاتے ہیں شیخ وشاب اس پر بھی وہ نہ چپ ہو تو پھر قوم کا عتاب

بڑھتا ہے ظلم وجور کے تیور لیے ہوئے
تشنیع وطعن ودشنہ وخنجر لیے ہوئے

اٹھتا ہے غلغلہ کہ یہ زندیق نامراد کج فکر و کج نگاہ و کج اخلاق و کج نہاد
پھیلا رہا ہے عالم اخلاق میں فساد اے صاحبان جذبۂ دیرینہ جہاد

ہاں جلد اٹھو تباہی باطل کے واسطے
جنت ہے ایسے شخص کے قاتل کے واسطے

اور بالخصوص جب ہو حکومت کا سامنا رعب و شکوہ و جاہ و جلالت کا سامنا
شاہان کج کلاہ کی ہیبت کا سامنا قرنا وطبل و ناوک و رایت کا سامنا

لاکھوں میں ہے وہ ایک کروڑوں میں فرد ہے
اس وقت جو ثبات دکھائے وہ مرد ہے

اور بالخصوص بند ہو جب ہر در نجات حق تشنہ لب ہو دشت میں باطل لب فرات
دست اجل میں ہو زن و فرزند تک کی ذات حائل ہو مرگ زیست میں لے دے کے ایک رات

یہ وہ گھڑی ہے کانپ اٹھے شیر نر کا دل
اس تہلکے کو چاہیے فوق البشر کا دل لے(۷)

ان کی نظموں میں سچائی کی گونج سنائی دیتی ہے، وہ سچائی کو کسی دباؤ میں آکر دباتے نہیں ہیں بلکہ جو بات حق ہوتی ہے اسے کہہ جاتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر فضل امام:

''جوش اپنی نظموں میں حق نوائی سے کام لیتے ہیں۔ وہ کسی مروت کی وجہ سے حقائق پر پردہ نہیں ڈالتے بلکہ سختی سے اور ذہانت سے نشان دہی کرتے ہیں۔''(۸)

ان کی یہی خوبی ہے کہ ان کے دل میں جو کچھ ہوتا ہے وہ صاف اور کھلے لفظوں میں بیان کر دیتے ہیں۔ ان کا دل انھیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے جذبات کو دبائیں اور سماج میں ظلم ہوتا رہے۔ ان کی آواز حاکم کے خلاف اور محکوم کی حمایت میں ہے۔ ان کی نظم ''کسان'' اور ''نظام نو'' ان کی اس طرف داری کی غماز ہیں لیکن وہ محکوم طبقے کو حوصلہ دلاتے ہیں اور سخت ست کہہ کر اپنے حق کے لیے لڑنے کے لیے آمادہ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی نظم "مہاجن اور مفلس'' بھی انھیں باتوں کی نشاندہی کرتی ہے۔ انھوں نے نظموں کے علاوہ وقت کے تقاضے کو مرثیوں میں بھی پیش کیا ہے۔ بقول ڈاکٹر فضل امام:

''جوش کے مراثی میں سب سے زیادہ سماجی اور سیاسی شعور کی کارفرمائی نظر آتی ہے، وہ عہدِ حاضر کے ذہنی رویے، عہد حاضر کی تہذیب نو کے گرفتاروں اور موجودہ نسل کے انداز فکر و نظر نت نئے بدلتے ہوئے معاشرتی اور سیاسی میلانات اور مطالبات اور ان سے پیدا شدہ مسائل پر بڑی عمیق نظر رکھتے ہیں۔''(۹)

جوش کا مرثیہ حسین اور انقلاب ایک بالکل نئے انداز کا مرثیہ ہے۔ اس مریے نے جنگ آزادی میں روح پھونک دی۔ ان کا یہ مرثیہ انقلابی مرثیہ ہے، جنگ آزادی کا بھرپور اثر اس میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ انھوں نے حضرت امام حسین کے حوالے سے عوام کو آزادی کے لیے بیدار کیا کہ وہ بے دست و پا ہو کر نہ بیٹھیں بلکہ عزم حسین کی طرح مصمم ارادہ کر کے آزادی کی تحریک میں شامل ہو جائیں۔ وہ حسین جیسا عزم ہر ایک

میں دیکھنا چاہتے تھے۔

ان کے اس مرثیے سے انگریزوں کی ہمت پست ہو گئی تھی۔ اس مرثیے میں یزدان نو یعنی انگریزوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور ظلم کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔ انھوں نے اس مرثیے میں سماجی بیداری اور سیاسی اور انقلابی کشمکشوں پر بھرپور طنز کیا ہے۔ جوش نے اپنے مراثی حسین اور انقلاب''اور آواز حق''میں ہندوستان کی آزادی کو فکری اساس بنایا ہے اور تحریک آزادی کا مکمل احاطہ کیا ہے۔ بقول فضل امام:

''وہ برطانوی دور حکومت میں بھی ''حسین اور انقلاب'' جیسا مرثیہ لکھ کر حکمراں طبقے کے جبر و تشدد، سفاکیت اور ہمیت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں اور بعد میں بھی ظلم و جور و بربریت، قصر سلطنت و حکومت، تاج و سطوت کے خلاف کبھی نہ ختم ہونے والی جنگ کے لیے اذہان کو بیدار کرتے ہیں، جذبات کو جھنجھوڑتے ہیں، تازیانہ لگاتے ہیں، عبرت کا نقشہ پیش کرتے ہیں اور عظمت انسانی کا عرفان کراتے ہیں۔''(۱۰)

جوش اپنی پوری شاعری میں حق بداماں ہیں۔ وہ حق بات پر مصر ہیں، ظلم اور سرمایہ داری کو وہ پسند نہیں کرتے جس کے لیے وہ بلند آواز سے انقلاب کا نعرہ لگاتے ہیں۔ وہ حق اور صداقت کی لڑائی کو اپنے زور کلام سے بلند کرتے ہیں اور جھوٹ اور معاشرے کی بداطواریوں کو چاک چاک کر دیتے ہیں:

اے جوش تنگیوں میں پر افشاں ہوئے تو کیا بہروں کی انجمن میں غزل خواں ہوئے تو کیا
ہندوستاں غلام ہے، گونگا ہے، سرد ہے ہندوستاں میں آپ سخنداں ہوئے تو کیا
اک وسوسہ جو قوم ہو خود فی صدور ناس اس وسوسے میں جذبہ ایماں ہوئے تو کیا
جس چرخ تیرہ پر ہو سیہ ابر کا ہجوم اس چرخ تیرہ پر مہ تاباں ہوئے تو کیا
جو سرزمین شور ہو محروم رنگ و بو اس سرزمین پہ ابر خراماں ہوئے تو کیا(۱۱)

جوش اپنی بات کہنے میں دریغ نہیں کرتے بلکہ نعرے بازی اور گھن گرج کے ساتھ اپنی بات کہہ جاتے ہیں۔ اسی نعرے بازی کی وجہ سے ان کے کلام سے شعری نغمیت ختم ہو جاتی ہے اور ان کی شاعری صرف نعرہ بن کر رہ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ جوش انقلابی شاعر کہلاتے ہیں:

اٹھ کہ ان تاریکیوں میں سرخیاں پیدا کریں
اس زمیں کی پستیوں سے آسماں پیدا کریں
چھید کر رکھ دے جو ناز کج کلاہی کا جگر،
وہ نکیلا تیر، وہ بانکی کماں پیدا کریں
سطح ہو جس کی مسطح، فرش جس کا بے شکن

آ، کہ اب وہ دل نشیں ہندوستاں پیدا کریں
اٹھ، کہ اس داغ جگر سے جنم دیں خورشید کو
آ، کہ اس چین جبیں سے کہکشاں پیدا کریں (۱۲)

جوش کا خیال ہے کہ انقلاب صرف ایک نعرہ نہیں ہے بلکہ حق کی آواز اور انسانی زندگی کے سکون کے لیے ایک جدوجہد ہے۔ اپنے وطن کی محبت اور اس کی آزادی کے جوش میں آکر کبھی انھوں نے کسی دوسرے ملک پر اپنے ملک کی یا اپنی برتری ظاہر نہیں کی یا دوسرے ممالک کی تباہی کا کبھی مذاق نہیں اڑایا۔ یہ صرف وطن کی آزادی کے خواہاں تھے اور آزادی ہی ان کے خواب کی تعبیر تھی۔ ''وقت کی آواز'' جو جوش کی آزادی سے پہلے کی نظم ہے اس میں انھوں نے ہندوستان کی سیاسی زندگی کو پیش کیا ہے کہ اس وقت ہندوستان کن مراحل سے گزر رہا ہے۔ جوش کی شاعری آزادی اور انقلاب کی آواز ہے انھوں نے غیر ملکی اقتدار کے خلاف لوگوں میں جذبہ بغاوت پیدا کیا۔ جوش ایک باغی شاعر اور انقلاب پسند شاعر تھے۔ انھوں نے ہر چیز سے بغاوت کی، اس میں وطن کی غلامی بھی شامل ہے۔ وہ شاعری میں اپنے لہجے اور بغاوت کے لیے الگ سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی شاعری میں شیخ اور گرج ان کی انقلاب پسند طبیعت کو واضح کرتی ہے:

اے ہند کے ذلیل غلامان روسیاہ! شاعر سے تو ملاؤ خدا کے لیے نگاہ
اس خوفناک رات کی آخر سحر بھی ہے توپیں گرج رہی ہیں سروں پر خبر بھی ہے
اے امت شکستہ دل والے گروہ شل کب سے بلا رہا ہوں میں تجھکو سوئے عمل
تجھ پر مرے کلام کا ہوتا نہیں اثر چونکا رہا ہوں کب سے میں شانے جھنجھوڑ کر

(نظم ''غلاموں سے خطاب''، ص:۱۳)

زندہ مردوں کی ہے بستی کون سنتا ہے یہاں تابہ کے چیخا کروں ''ہندوستاں، ہندوستاں''
اک نظر بھی قدردان جو ہر قابل نہیں ہند کے اجڑے ہوئے سینے کے اندر دل نہیں
آئیں یوسف بھی اگر لیٹے ہوئے بازار میں ایک گاہک بھی نہ پائیں ہند کے بازار میں
سچ کہا ہے جزو میں انداز کل ہوتا نہیں اس چمن کی بلبلوں کو عشقِ گل ہوتا نہیں
ہند ہے وہ ملک جس میں کشمکش سے دھو کے ہات سورہی ہے موت کے زانو پہ لیلائے حیات (۱۳)

جوش نے انقلابی شاعری اپنے ماحول اور سیاسی اور سماجی حالات کے تحت کی کیونکہ وہ دور بحران اور بے چینی کا دور تھا۔ انھوں نے وطن کی محبت

اور غلامی سے بیزار ہو کر اور آزادی کی چاہ میں لوگوں کو اپنی شاعری کے ذریعہ راستہ دکھایا اور آزادی کی تڑپ دلوں میں پیدا کی۔ ان کی شاعری میں انگریزوں سے نفرت، غیض وغضب کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ وہ اپنے وطن کو اپنے گھر سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے گھر کو غیروں (انگریزوں) سے دور رکھنے کی کوشش کی جائے۔ ان کی بہت سی نظمیں وطن، ذاکر سے خطاب، شکست زنداں کا خواب شریک زندگی سے خطاب، غلاموں سے خطاب، حیف اے ہندوستاں، مرد انقلاب کی آواز، درد مشترک، زندہ مردے، مقتل کانپور، وفاداران ازلی کا پیام شاہنشاہ ہندوستان کے نام، وقت کی آواز، ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں سے اور تلاشی، جیسی نظمیں انگریزوں سے نفرت اور وطن سے محبت کا پتہ دیتی ہیں۔ انھوں نے اپنی نظم ''وفاداران ازلی کا پیام شہنشاہ ہندوستاں کے نام'' میں برطانوی سامراج سے اپنی دشمنی کا واضح ثبوت پیش کیا ہے۔ اس نظم نے پورے ہندوستان میں بغاوت کی لہر دوڑا دی۔ اس جرم میں ان کے گھر کی تلاشی ہوئی اور ان کی یہ نظم ضبط کر لی گئی۔ اس حادثے کے بعد انھوں نے ''تلاشی'' کے نام سے ایک نظم لکھی جس میں صاف طور پر یہ کہا گیا تھا کہ میرے گھر کی تلاشی لینے سے کیا حاصل۔ تلاشی لینی ہے تو میرے دل کی لو جس میں سامراج کے خلاف بے پناہ غصہ اور نفرت ہے۔ جوش کی یہ نظم بھی بہت مقبول ہوئی:

جس سے امیدوں میں بجلی، آگ ارمانوں میں ہے
اے حکومت! کیا وہ شے ان میز کے خانوں میں ہے
بند پانی میں سفینہ کھے رہی ہے کس لیے
تو مرے گھر کی تلاشی لے رہی ہے کس لیے
گھر میں درویشوں کے کیا رکھا ہوا ہے بدنہاد!
آ مرے دل کی تلاشی لے کہ بر آئے مراد
جس کے اندر دہشتیں پر ہول طوفانوں کی ہیں
لرزہ افگن آندھیاں تیرہ بیابانوں کی ہیں
جس کے اندر ناگ ہیں اے دشمن ہندوستاں!
شیر جس میں ہو سکتے ہیں، کوندتی ہیں بجلیاں
چھوٹتی ہیں جس سے نبضیں افسر واورنگ کی
جس میں ہے گونجی ہوئی آواز طبل جنگ کی
جس کے اندر آگ ہے، دنیا پہ چھا جائے وہ آگ
نار دوزخ کو پسینہ جس سے آ جائے وہ آگ
موت جس میں دیکھتی ہے منہ اس آئینے کو دیکھ

میرے گھر کو دیکھتی کیا ہے میرے سینے کو دیکھ (۱۴)

ان کی نظموں میں وطن پر مر مٹنے کے جذبات موجود ہیں جو جوش کو وطن پرست اور محب وطن شاعر کہنے کے لیے کافی ہیں۔اپنی نظموں میں وہ عوام کو سماج اور ملک کے حالات سے آگاہ کرتے ہیں اور جنگی تباہ کاریوں کا ذکر کرتے ہیں۔ شکست زنداں کا خواب'' جوش کی معروف نظم ہے۔اس میں وہ ہندوستان کو قید خانہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس قید خانے کے قیدی اس قید سے گھبرا گئے ہیں اب وہ آزادی چاہتے ہیں۔اس نظم میں غلامی کا پورا حال پیش کیا ہے۔ان کی اکثر نظموں میں آزادی کا کھلا اعلان ملاتا ہے اور آزادی کی تڑپ ملتی ہے۔انھوں نے اپنی نظم ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں کے نام میں برطانوی حکومت کے ظالمانہ رویے کی نشاندہی کی ہے اور انھیں ان کی غلطیوں اور ظلم کا احساس کھلے الفاظ میں کرایا ہے۔بقول ڈاکٹر علی احمد فاطمی:

''جوش کی روشن خیالی، انسان دوستی اور وطن دوستی سے تو دشمن بھی انکار نہیں کر سکتا۔وہ ایک حساس انسان تھے اور ایک باخبر و باشعور شاعر اور ملک و سماج کے نشیب و فراز سے پورے طور پر واقف۔''(۱۵)

انھوں نے چیلنج دے کر انگریزوں سے ٹکر لی جو ایک مشکل کام تھا۔ان کی نظمیں ''خریدار تو بن'' اور ''خریدار نہ بن'' کھلی آزادی کا اعلان کرتی ہیں۔جوش کا جذبہ حب وطن بہت پختہ تھا جو کھلے الفاظ میں بغاوت کا اعلان کرتا ہے اور برطانوی سرکار سے ٹکراتا ہے۔وہ انگریزوں کی چال بازیوں سے پوری طرح آگاہ تھے۔وہ اپنی شاعری میں انگریزوں پر نفرت کے تیر برساتے رہے کیونکہ وہ انگریزوں کی پالیسی سے بے خبر نہیں تھے۔انھوں نے ملک کی آزادی کے لیے ہر ممکن کوشش کی اور قلم کی تلوار لے کر میدان کارزار میں اتر آئے۔وہ ۱۹۱۸ء سے برابر ہر موڑ پر اپنی شعری تخلیقات پیش کرتے رہے۔۱۹۴۸ء تک ان کی شاعری قوم کی رہنمائی کرتی رہی۔''دام فریب، زنداں کا گیت، ہوشیار'' وغیرہ ان کی وہ نظمیں ہیں جو اس دور کے حالات سے متاثر ہو کر کہی گئی ہیں۔

جس دور میں جوش شاعری کر رہے تھے، اس دور میں خطیبانہ انداز کو لازمی سمجھا جاتا تھا۔جوش کے جذبات ان کے دل کی پکار تھے جو چیخ چیخ کر انقلاب انقلاب پکار رہے تھے۔یہ کسی تیز رو دھارے کی آواز نہیں تھی۔وہ دل سے خواہاں تھے کہ وطن آزاد ہو اور ہندوستان سے کس میری اور غربت ختم ہو:

نہنگوں کا سمندر ہوں، درندوں کا بیاباں ہوں عدد سے کیا غرض، اپنوں سے ہی دست و گریباں ہوں
خدا کے فضل سے بد بخت ہوں، بزدل ہوں ناداں ہوں مری گردن میں ہے طوق غلامی، پابجولاں ہوں

در آقا پہ سر ہے، کفش برداری پر نازاں ہوں لے (۱۶)

جوش کو انگریزوں سے اس درجہ نفرت تھی کہ انگریزی زبان بولنا پسند نہیں کرتے تھے۔انھیں انگریزی تہذیب، انگریزی حکومت سب سے

نفرت تھی۔اس کا ذکر انھوں نے ''نازک اندامان کالج سے خطاب'' میں کیا ہے:

یوں تمہارے منہ کے اندر ہے فرنگی کی زبان خوف ہے گونگا نہ ہو جائے کہیں ہندوستاں
یہ لباس مغربی جلوؤں کو چمکاتا نہیں تم کو اس بہروپئے پن سے حجاب آتا نہیں
کیا غضب ہے تم سے بوئے ایشیاء آتی نہیں سچ کہو کیا واقعی تم کو حیا آتی نہیں

زندگی طوفان ہے،اور ناؤ ہو تم پاپ کی
آہ جیتی جاگتی بدبختیوں ماں باپ کی ہے(۱۷)

جوش کی شاعری نے ہندوستان کی جنگ آزادی میں اہم کردار ادا کیا ہے اس لیے جب جب ہندوستان کی جنگ آزادی کا ذکر آئے گا تب تب جوش کا ذکر ضرور کیا جائے گا۔جوش کی شاعری نے قومی انقلاب کو سہارا دیا اور لوگوں کو غیرت دلائی۔انھیں اس جنگ میں شریک ہونے پر آمادہ کیا۔جوش کو شاعرِ انقلاب کے علاوہ شاعر اعظم کے لقب سے بھی پکارا گیا۔کیونکہ ان کی شاعری کا اثر اس دور کے تمام شعراء پر پڑا۔اقبال کی نظمیں اگرچہ اس دور میں پروان چڑھ رہی تھیں لیکن ان میں فکر و فلسفہ تھا اور آواز میں نرمی تھی۔مگر جوش نے نرمی کے بجائے سختی سے کام لیا۔ان کی آواز میں طنطنہ اور گھن گرج تھی۔ان کی شاعری میں جھنجھوڑنے کی کیفیت پائی جاتی ہے۔

ان کی شاعری سے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ان کی شاعری میں انگریز دشمنی پوری طرح نظر آتی ہے۔ان کی شاعری کی گونج اور روشنی نے پوری دنیا کو روشن کر دیا۔انھوں نے انگریزوں کے مظالم،زمینداروں،ساہوکاروں،مذہبی پیشواؤں کے خلاف آواز بلند کی اور آزادی کی جدوجہد میں اہم رول ادا کیا۔

ان کے سامنے ہندوستان آزاد ہونے کا مسئلہ تھا۔غلامی کی کشمکش تھی،انسانی استحصال تھا۔آزاد فضا میں سانس لینے کی تمنا تھی۔ان کی نظم ''وطن'' ان کے ان جذبات کی ترجمانی کرتی ہے۔ہندوستانی عوام جو ذہنی اور روحانی دونوں طرح سے غلام تھی وہ اس وجہ سے مضطرب اور غیض و غضب میں رہتے تھے لیکن وہ مایوس کبھی نہیں ہوئے۔بقول ڈاکٹر محمد علی صدیقی:

"جوش کی شاعری میں ہندوستان کی آزادی کا ولولہ اور امنگ ہے،اور اس کا عمل صرف سیاسی موضوعات ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ نئی نئی تشبیہ ہوں اور استعاروں کی شکل اختیار کر گیا ہے۔اس شاعری میں ہندوستان کی زمین کی سوندھی خوشبو،صبح و شام،رات اور دن کی کیفیات، درختوں،کھیتوں اور پھولوں اور پھلوں کے رنگ و نکہت اور موسموں کی انگڑائیاں جوش کے جذبہ حب الوطنی کا والہانہ اظہار ہے۔''(۱۸)

جوش کے رسالے ''کلیم'' کا بھی تحریک آزادی میں بڑا اہم رول رہا ہے۔''کلیم'' کے ذریعہ جوش نے مسلمانوں کو تحریک آزادی میں شامل ہونے کی ترغیب دی اور ان کے سامنے ایک واضح تصویر پیش کیا۔''کلیم'' کو جوش نے تحریک آزادی کے ایک ہتھیار کی طرح استعمال کیا۔

''کلیم'' کا بنیادی مقصد وطن کی خدمت کرنا تھا۔ اسی رسالے کے ذریعہ جوش نے فرنگیوں کے خلاف ایک محاذ قائم کر دیا اور ان پر بے لاگ تنقید کی۔ بقول لئیق رضوی:

''کلیم کے تعلق سے جوش نے ظالم فرنگیوں اور ان کے دیسی پٹھوؤں کے خلاف زبردست جہاد چھیڑ رکھا تھا۔ توجہ طلب ہے کہ ایک ایسے نازک دور میں جب کہ انگریز حکمرانوں کے خلاف ایک بھی لفظ شائع کرنے میں دیگر اخبار و رسائل خوف محسوس کرتے تھے۔ کلیم کمپنی سرکار اور اس کے کارندوں پر بے دریغ طنز اور تیکھے تبصرے شائع کرتا تھا۔''(۱۹)

انھوں نے کلیم کے ذریعہ انگریزوں پر بھرپور وار کیے اور سماجی اصلاح کا کارنامہ انجام دیا۔ کلیم'' کے ذریعہ انھوں نے جدوجہد کی اتھل پتھل اور اس سے ہونے والی تباہی کی نشاندہی کرائی تاکہ کوئی بھی بات پردہ غفلت میں نہ رہے۔

جوش کا دل جذبہ حب الوطنی سے سرشار تھا۔ انھوں نے اپنی شاعری (نظموں) کے وسیلے سے غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کے لیے اکسایا اور ہندو مسلم اتحاد کو برقرار رکھنے کی سعی کی۔ اگرچہ ان کی شاعری نے چیخ پکار اور للکار کا انداز اختیار کر لیا تاکہ عوام بیدار ہو اور اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرے۔

جوش کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ کبھی مایوس نہیں ہوئے بلکہ امید کا دامن انھوں نے مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ انھیں ہمیشہ یہی امید رہی کہ ایک دن کامیابی ضرور ملے گی۔ انھوں نے اپنی رباعیوں میں اور اکثر نظموں میں اس دور کی مکمل تصویر کشی کی ہے اور اس دور کے حالات سے لوگوں کو آگاہ کیا ہے:

کل چھلکتے تھے پیالے، آج خالی جام ہے
وہ دہکتی صبح تھی، یہ جھلملاتی شام ہے
کل گلستاں تھا، گلابی تھی صنم تھے، ساز تھے،
آج اگر کچھ ہے تو، لے دے کر، خدا کا نام ہے،
کل روپہلی چاندنی تھی، اور سنہری کاکلیں،
آج مہر زرد رو ہے، چرخ نیلی فام ہے،
کل خروش صد ترنم، اک یقینی امر تھا
آج امید یک تبسم بھی خیال فام ہے(۲۰)

ان کی حب الوطنی اس درجہ شدید تھی کہ وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد اے میرے بیٹے وطن کی آزادی کے لیے جدوجہد کرنا اور اپنی جان دینے تک میں دریغ مت کرنا۔ اپنے وطن کے لیے سر بھی قلم ہو تو کوئی بات نہیں۔ جوش کی شاعری میں پورے

ہندوستان کی آواز سنائی دیتی ہے۔ان کی شاعری میں زندگی کی حقیقت بیان ہوئی ہے،انھوں نے اپنی شاعری میں ملک و قوم کا محاسبہ کیا ہے:

یہ مانا، سرزمین ہند پر نکہت برستی ہے زبانوں پر حدیث اوج ہے، فکروں میں پستی ہے
یہ مانا ، آج ہم میدان وحشت میں رجز خواں ہیں عدد بھی سر پہ ہے آپس میں بھی دست و گریباں ہیں
مگر راتوں کو جب فکر وطن میں سرجھکاتا ہوں فضائے سرد میں دھیمی سی اک آواز پاتا ہوں
یہ آواز اس لطافت سے مرے کانوں میں آتی ہے صبا جس طرح زیر شاخ سنبل گنگناتی ہے(۲۱)

ان کی حب الوطنی ہر حال میں برقرار ہے۔ان کی شاعری میں ہندوستانی عوام کے دلوں کی دھڑکنیں صاف سنائی دیتی ہیں۔اگرچہ جوش نظم گو کی حیثیت سے ترقی پسند تحریک سے قبل ہی اپنی انفرادیت قائم کر چکے تھے۔بقول ظفر محمود:

''جوش کے سرگرم جذبے نے ابتدا ہی سے دنیا اور بالخصوص غلام ہندوستان کے زخموں کو محسوس کر لیا تھا۔اس لیے ان کی نظموں میں جو تڑپ، سرگرمی، جوش اور جذبہ موجزن ہے اس کی جھلک ان کے پیش روؤں میں کہیں نہیں ملتی۔ان کی نظموں میں احتجاج کی ئے واضح اور غصہ دری نمایاں ہے۔''(۲۲)

جوش نے ہندوستان کے ہر حادثے اور واقعہ پر نظمیں کہیں۔بقول پروفیسر احتشام حسین:

''آزادی سے محبت، غلامی سے نفرت، رسمی ظاہر پرستیوں سے اختلاف، ہمت، جرأت اور شرافت کی تلقین، مذہبی رہنماؤں کی زندگی میں جہاں یہ پہلو دکھائی دیتے تھے، جوش انھیں پیش کر کے تمام لوگوں اور خاص کر مسلمانوں کو جنگ آزادی کے قریب لانا چاہتے تھے۔''(۲۳)

جوش کی انقلابی اور باغیانہ نظمیں عوام کو اس دور کی کشمکش سے آگاہ کرتی ہیں۔ان کی شاعری میں نعروں کی گونج ہے، للکار ہے۔جوش و خروش ہے اور یہ خوبیاں اس وقت کے تقاضوں کے مطابق جاذب نظر آتی ہیں۔ان کی شاعری آزادی کی تحریک میں شامل ہے جو ہر حال میں کچھ نہ کچھ کہتی ہے۔انھوں نے آزادی کی جدوجہد میں شریک ہونے کے لیے کالج کے نوجوانوں کو بھی للکارا ہے۔اس کے علاوہ وہ غلاموں اور کمزوروں کو حوصلہ دیتے ہوئے آزادی کی لڑائی میں شریک ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور ہندو مسلم دونوں قوموں کو متحد ہو کر اس لڑائی کو لڑنے کی دعوت دیتے ہیں تاکہ غلامی سے نجات ملے اور آزادی حاصل ہو سکے۔جوش نے اپنے خطیبانہ انداز کے ذریعہ اپنی بات کو عوام کے دلوں میں پیوست اور جاگزیں کر دیا اور عوام آمادہ جنگ ہو گئے۔بقول ڈاکٹر فضل امام:

''جوش ہندوستان کی جدوجہد آزادی کے علم بردار ہیں۔وہ آزادی کو ہر حال اور ہر قیمت پر پانے کی کوشش کرتے ہیں۔قوم کو للکارتے ہیں، ان کی انقلابی نظمیں جدوجہد آزادی کی مختلف سمت و رفتار کا اشاریہ ہیں۔''(۲۴)

جوش کی شاعری کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے ظلم کے خلاف آواز اٹھائی چاہے وہ ظلم انگریزوں کا ہو چاہے جاگیرداروں کا، چاہے مہاجنوں کا۔کیونکہ اس دور میں ظلم حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا اور مظلوموں کا اور زیادہ استحصال کیا جا رہا تھا۔انھوں نے کسان کی حمایت اور

جاگیر دار کی مخالفت میں آواز بلند کی۔

انھوں نے ہندوستان کی غلامی کے لیے ہر فرد کو ذمہ دار بتایا اور آزادی کا خیر مقدم کیا۔ انھوں نے طنز کے تیر برسائے اور ہندوستانیوں کو آزادی کی لڑائی کے لیے آمادہ کیا۔ جوش نے اپنی نظموں میں جس انقلاب کی لوگوں کو دعوت دی ہے، وہ انگریزوں کے خلاف نفرت وبغاوت تھی۔

بقول عقیل احمد:

''انھوں نے آزادی کے نغمے ایسے وقت میں لوگوں کو پہنچائے ہیں جس وقت ہندوستان میں برطانوی سامراجیت آزادی کا نام لینے والوں پر مظالم ڈھا رہی تھی اور ان کا جینا دشوار کر دیا تھا۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ عوام کو انگریزی سامراج کے خلاف اکسایا۔ ان میں آزادی حاصل کرنے کا شعور پیدا کیا اور غلامی سے نفرت دلائی۔''(۲۵)

حنیف فوق کہتے ہیں:

''جوش نے برطانوی سامراج سے بھی سمجھوتہ نہیں کیا اور ان کی آواز برابر ظلم واستبداد کے خلاف اٹھتی رہی۔ ان کا ذہن کبھی برطانوی سازش کا شکار نہیں ہوا۔ ان کی شاعری نے کمپنی کے عہد حکومت اور ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد کے بعض ایسے گوشوں کو محفوظ کرایا جن کا قومی حافظہ میں رہنا ضروری تھا۔''(۲۶)

حاصل بحث

جوش نے برٹش سرکار کی بات کو کبھی نہیں مانا۔ انھوں نے کھلے لفظوں میں بغاوت کا اعلان کیا۔ ان کی نظموں میں برٹش سرکار سے نفرت اور آزادی کی تڑپ ہے۔ وہ وطن پر فدا ہونے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ ان کے اس عزم سے جنگ آزادی میں شدت پیدا ہوئی۔ جوش نے اپنی نظموں سے ملک کے بچے بچے کو بیدار کر دیا اور آزادی سب کا نصب العین بن گئی۔ جوش ملیح آبادی نہایت کھردرے مزاج کے تھے۔ لاڈ پیار میں پلے تھے۔ بچپن میں بدمزاج تھے۔ انانیت پسند ہونے کی وجہ سے وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ ذرا ذرا سی غلطی پر ناراض ہو جاتے تھے۔ غیض وغضب کا یہ عالم تھا کہ اپنے ہم سنوں سے بھی نہیں بنتی تھی اور ان کے ساتھ مار پیٹ کیا کرتے تھے۔ غصہ چونکہ ان کو وراثت میں ملا تھا اس لیے وہ ہر بات پر برہم ہو جاتے تھے۔ جوش کے لیے اگر کہا جائے کہ وہ انقلابی شاعر نہیں، باغی شاعر ہیں تو بجا نہ ہوگا۔ کیونکہ ان کی شاعری صرف چیخ پکار، نعرے بازی اور جھنکار کی شاعری ہے جس سے دل پر اثر تو ہوتا ہے لیکن زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ پاتا۔ جذبے کا جوش اور فکر کی کمی نظر آتی ہے۔ وہ ہر تحریک کے ساتھ اور ہر بہاؤ کے ساتھ بہنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ ان کا کوئی ایک خاص محور نہیں ہے جس کی شاعری کی گردان کا تجزیہ کیا جا سکے۔ وہ مختلف پہلوؤں سے اپنی شاعری میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ان کا کوئی ایک خاص نقطہ نظر نہیں ہے۔ اس لیے ان کی شاعری سوائے گھن گرج کے اور کچھ نہیں۔ حالانکہ ان کی شاعری سے عوام میں رہ عمل تو ہوا لیکن وہ آزادی کی جدوجہد میں اپنی شاعری سے لوگوں کو متاثر نہ کر سکے۔ ان کی اس کمی نے انھیں انقلابی شاعر کے بجائے باغی شاعر کہلوایا۔

References

1- Dr. Fazal Imam, Shair Akhir-ul-Zaman, Josh Maleehabadi, Ala Press, Delhi, 1982, p: 55

2. Josh Malih Abadi, Naqsh wa Nigar, Maktaba Jamia, Delhi, 1936, p: 108
3. Josh Maleehabadi, Shola Shabnam, Khawaja Press, Delhi, 1936, p: 61757
4. Makhmour Saeedi, Josh Malih Abadi: Some Memories Some Things, Aajkal August 1989, p:134
5. Josh Malih Abadi, Harf wa Hakayat, Library, Delhi, p:11
6. Josh Malih Abadi, Shola wa Shabnam Khawaja Press, Delhi, 1936, p: 25
7. Dr. Ismat Maleehabadi, Kilyat Josh Maleehabadi, Farid Book Depot (Pvt.) Ltd., 2007, pp. 862-863.
8. Dr. Fazal Imam, Poet Akhir-ul-Zaman Josh Malihabadi, Ala Press, Delhi, 1982, p: 55
9. Also, p: 120
10. Also, p. 150
11. Josh Malih Abadi, Fikr and Nishat, Maktaba Ar-Du, Lahore, p: 7
12. Josh Malihabadi, Samum Wasba, Timmons Press Yes Sadr, Karachi, May 1955, p:13
13. Josh Malihabadi, Sholah wa Shabnam, Khawaja Press, Delhi, 1936, p:13. 100
14. Qamar Rais (compiler), Josh Malihabadi Special Study, Selections, New Public Press, Delhi 1993, p.14
15. Qamar Raees, Josh Maleehabadi Special Study, Content: Intellectual Basis of Josh's Poetry, Dr. Ali Ahmad Fatemi, New Pluck Press, Delhi, 1993, p: 97
16. Josh Malihabadi, Shola wa Shabnam, Khawaja Press, Delhi, 1936, p. 240
17. Also, pp. 37-38
18. Qamar Raees, Josh Maleehabadi Special Study, including: Poetry of Josh, Dr. Mohammad Ali Siddiqui, New Pluck Press, Delhi, 1993, p.146
19. Qamar Rais, Josh Malih Abadi Special Study, including: Jid wa Jihad Azadi and Josh ka Jarida "Kaleem", Liq Rizvi, New Pluck Press, Delhi, 1993, p: 282
20. Josh Malih Abadi, Samum and Saba, Timens Press, Sadr, Karachi, May 1955, p: 51
21. Josh Malihabadi, Shola wa Shabnam, Khawaja Press, Delhi, 1936, p: 20
22. Zafar Mehmood, Josh Malih Abadi Personality and Art, Samar Offset Printers, New Delhi, 1989, p:82
23. Ehtisham Hussain, Josh An Introductory Study, Afkar Josh No., Maktaba Afkar, Ross Road Karachi, 1945, p: 138
24. Dr. Fazl Imam, Elekht Kalyat Josh Sekhet Elekht, A One Offset Par Nuts, New Delhi, September 1988, p.22.
25. Aqeel Ahmed, A Critical Analysis of Josh's Poetry, A One Offset Press, New Delhi, 1993, p.136
26. Hanif Faqar, Josh Ka Ahang Poetry, Afkar Josh No., Maktaba Afkar, Ross Road, Karachi, 1945, p: 522